بسم اللہ الرحمن الرحیم

میڈیکل انشورنس

شرعی نقطۂ نظر

مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی

بانی و مہتمم جامعہ ربانی

شائع کردہ

مفتی ظفیرالدین اکیڈمی

جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور بہار

ادھر چند دہائیوں سے انشورنس کا مسئلہ کافی حساس ہو گیا ہے،اور کسی بھی نظام اجتماع کے لئے اس کی بے حد ضرورت محسوس کی جارہی ہے،اگرچیکہ اس کی اصل تاریخ بہت قدیم ہے،چودھویں صدی عیسوی بلکہ پیشتر سے اس کا سرا جڑا ہوا ہے،بعض تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قبل مسیح ۹۱۶ سنہ ہی میں اس کو باقاعدہ سسٹم کی صورت حاصل ہوگئی تھی،اور بحری سفر میں اس نظام سے استفادہ کیا جاتا تھا،قدیم روما کی تاریخ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے،کہتے ہیں کہ چین میں اس کی تاریخ پانچ ہزار سالہ (۵۰۰۰) قدیم ہے،عرب کی تاریخ جاہلی میں تجارتی اسفار کے ضمن میں ابن خلدون نے اس کا تذکرہ کیا ہے،کہ قافلہ میں کسی ساتھی کا اونٹ ہلاک ہو جاتا یا کسی کو غیر متوقع شدید تجارتی نقصان پیش آتا تو دوسرے ساتھی نقصان کی تلافی کے پابند ہوتے تھے،اس طرح باہمی تعاون سے ان کا کاروبار چلتا تھا[1]

ہمارے علماء میں سب سے پہلے علامہ شامیؒ نے "مستامن" کی بحث کے ذیل میں "سوکرہ" کے نام سے اس کا ذکر کیا،جو دراصل ٹریول انشورنس یا

---

[1] - مقدمہ ابن خلدون ص ۳۵۵ مطبوعہ دارالشعب۔

گاڑیوں کے انشورنس کے قبیل کی چیز تھی[2] ،سوکرہ دراصل فرانسیسی لفظ سیکوریٹیہ کا معرب ہے، جس کے معنی تحفظ وضمانت کے ہیں، انگریزی میں بھی سیکوریٹی کالفظ اسی معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔

انشورنس کا آغاز تعاون کے جذبہ سے ہوا

انشورنس کی ابتدائی تاریخ سے پتہ چلتاہے کہ اس کا آغاز تعاون باہم کے جذبہ سے ہوا تھا، بعد میں اس کو منفعت بخش تجارت میں تبدیل کر دیا گیا، اسی لئے ابتدائی دور میں یہ ایک سادہ قسم کی چیز تھی اور ہر طرح کی خرابیوں سے پاک تھی، بعد کے ادوار میں جب اس پاک جذبہ کا استحصال شروع ہوا اور یہودی لابیوں کی کوششوں سے اس کو زیادہ سے زیادہ مال کمانے کا ذریعہ بنالیا گیا، تو اس میں ربا، قمار، ظلم اور فریب کے عناصر بھی شامل ہوتے گئے، جب تک یہ سادہ حالت میں تھا موضوع بحث نہیں تھا، ناجائز عناصر کی شمولیت کے بعد یہ موضوع بحث بن گیا، اس کا مطلب ہے کہ اگر آج بھی بیمہ کو اس کی اصل حالت میں واپس لایا جائے اور فاسد عناصر سے پاک کر دیا جائے تو ساری بحث ختم ہو جائے گی، اور یہ ہر شخص کے لئے قابل قبول ہو گا۔

---

[2] - حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج ۴/ص۲۷۰ابن عابدين.الناشر دار الفكر للطباعة والنشر. سنة النشر 1421هـ – 2000م. مكان النشر بيروت. عدد الأجزاء 8)

اسلامی تعلیمات میں بھی اس کا فی الجملہ تصور موجود ہے، کیونکہ سوکرہ یاسیکوریٹیہ کا عربی متبادل تکافل ہے، جس کی بنیاد تعاون باہم، خطرات سے اجتماعی تحفظ اور مستقبل کی پیش بندی پر ہے:

تعاون باہم

(الف)اسلام تعاون باہم اور تبرع وایثار کا سب سے بڑا وکیل ہے، قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ایثاراور محبت وخلوص کی تلقین کی گئی ہے، مثلاً:

☆تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[3]

ترجمہ: نیکی اور تقوی کے کاموں میں تعاون کرواور ظلم وگناہ کے کاموں میں تعاون مت کرو۔

☆إنما المؤمنون إخوة [4]

ترجمہ: تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

☆ویسأ لونک ماذاینفقون قل العفو[5]

---

[3] ۔ مائدہ: ۲ ۔
[4] ۔ حجرات:۱۰
[5] ۔ بقرۃ:۲۱۹

ترجمہ:لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ فرمادیں کہ عفو (ضرورت سے زائد مال) میں سے خرچ کرو۔

☆دولت کو دانت سے پکڑنے والوں کو قرآن متنبہ کرتا ہے:

والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولاینفقونہا فی سبیل اللّٰہ فبشرہم بعذاب الیم،یوم یحمیٰ علیہافی نارجہنم فتکویٰ بہاجباہہم وجنوبہم وظہورہم ہذا ماکنزتم لانفسکم فذوقواماکنتم تکنزون [6]

ترجمہ:جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے،ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنادیں،جس دن یہ مال جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں،پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا،یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا،پس چکھو جمع کرنے کا مزہ۔

خطرات سے تحفظ

انسانی زندگی ہروقت خطرات کے دہانے پر ہے،اور اس سے کوئی فرد مستثنیٰ نہیں ہے،اسی لئے تنظیمی زندگی کی بڑی اہمیت ہے،خطرات یا نقصانات کا مقابلہ ایک فرد کے لئے مشکل ہے،لیکن یہی بوجھ پوری جماعت پر تقسیم کردیاجائے تو آسان ہوجاتاہے،اسلام نے جائز مقاصد کے لئے ایک دوسرے کے تعاون کا حکم دیا ہے ،

---

[6] - توبہ:۳۴،۳۵

تعاون اپنے وسیع معنیٰ میں اسلامی سوسائٹی کی بنیاد ہے،اس میں مالی،بدنی،اخلاقی ہر قسم کاتعاون داخل ہے،اسلامی سوسائٹی میں جس طرح مصیبت کے وقت تعاون مطلوب ہے اسی طرح خطرات کی پیش بندی کے لئے بھی تعاون پسندیدہ چیز ہے،خطرہ فقر وفاقہ کا ہو،کساد بازاری کاہو،تجارتی نقصانات کا ہو،جان کو درپیش ہو یا مال کو،جسمانی صحت متأثر ہوتی ہو یا عزت وآبرو،کسی بھی قسم کا خطرہ ہو،اگر اس کی پیش بندی کے لئے جائز طریق اختیار کیا جاتا ہے تو ایک دوسرے کا تعاون کیا جانا چاہئے،کہ اس سے فرد کی زندگی اور جماعت کی ترقی وابستہ ہے، سنت نبوی میں اس کی بہترین مثال نہد والی روایت ہے جس کو امام بخاریؒ اور دیگر کئی ائمۂ حدیث نے نقل کیا ہے:

عن أبی موسی ' قال قال النبی ﷺأن الأ شعریین إذاأرملوافی الغزو أوقل طعام عیالہم بالمدینۃ جمعوا ماکان عندہم من ثوب واحد ثم اقتسموا بینہم فی إناء واحد بالسویۃ فہم منی وأنا منہم[7]

ترجمہ:حضرت ابوموسیٰ اشعریؓروایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلۂ اشعر کے لوگ جنگ کے مواقع پر غذائی

[7] - صحیح البخاری،کتاب الشرکۃ باب الشرکۃ فی الطعام والنہد والعروض،حدیث نمبر ۲۴۲۲ص ۳۳۸ ج ۱۔

اشیاء کی کمی محسوس کرتے تو جس کے پاس جو ہوتا ایک کپڑے میں جمع کرلیتے،پھر باہم ایک برتن سے برابر برابر تقسیم کرلیتے،پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

ایک دوسری روایت حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے ہے، وہ نقل کرتے ہیں:

خفت أزوادالقوم واملقوا فأتوالنبی ﷺ فی نحر إبلہم فأذن لہم فلقیہم عمر فأخبروہ فقال مابقاؤکم بعد ابلکم فدخل علی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ مابقاؤہم بعد ابلہم فقال رسول اللہ ﷺ ناد فی الناس یأتون بفضل أزوادہم فبسط لذلک نطع وجعلوہ علی النطع فقام رسول اللہ ﷺ فدعا وبرک علیہ ثم دعاہم باوعیتہم فاحتثی الناس حتی فرغوا ثم قال رسول اللہ ﷺ اشہد أن لاإلٰہ إلا اللہ وأنی رسول اللہ [8]

ترجمہ:قوم کی غذائی اشیاء کم ہوگئیں اور فقر وفاقہ کی نوبت آپہونچی،تو وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت کے لئے حاضر ہوئے،آپ ﷺ نے اجازت مرحمت

---

[8] ۔ صحیح البخاری،کتاب الشرکۃ حدیث نمبر ۲۴۸۴ ص۳۳۸ ج ۱

فرمادی،راستے میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی،توان لوگوں نے ان کو ساری روداد سنائی، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اونٹوں کے بعد پھر تمہاری بقا کا مسئلہ کیا ہوگا؟اس کے بعد حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اونٹوں کے ختم ہونے کے بعد ان کی زندگی کا کیا ہوگا؟رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں اعلان کرو کہ سب لوگ اپنا بچا ہوا توشہ لیکر حاضر ہوجائیں،پھر چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا اور اسی پر پوری جماعت کا بچا کھچا کھانا رکھ دیا گیا،اس کے بعد سرکار دوعالم ﷺ نے کھڑے ہو کر برکت کی دعا فرمائی پھر لوگوں سے کہا کہ اپنے برتن لیکر آئیں اور جی بھر کر کھانا لے جائیں،لوگوں نے ایسا ہی کیا،جب سب لوگ فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئے معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

☆حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ

بعث رسول اللّٰہ ﷺ بعثاً قبل الساحل فأمر علیھم أباعبیدہ بن الجراح وھم ثلاثمأۃ وأنافیھم،فخرجنا حتیٰ إذاکنا ببعض الطریق فنی الزادفأمرأبوعبیدہ بأزواد ذلک الجیش فجمع ذلک کلہٗ فکان مِزْودی تمر،فکان یقوتنا کل یوم قلیلاقلیلا حتی فنی فلم یکن یصیبنا إلاتمرۃ تمرۃ،الحدیث[9]

---

[9] ۔ صحیح البخاری حوالۂ بالا

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ ساحل کی طرف روانہ فرمایا،اور اس کا امیر حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح ؓ کو مقرر فرمایا،دستہ میں تین سو(۳۰۰) آدمی تھے،میں بھی ان میں شامل تھا،راستے میں توشہ ختم ہوگیا،حضرت ابوعبیدہ ؓ نے تمام شرکاء سفر کو اپنے توشے ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا،چنانچہ تمام توشے یکجا کئے گئے توصرف دو تھیلے ہوئے،ہم لوگوں کو اسی جمع شدہ پونجی سے بہت تھوڑا تھوڑا دیا جاتا تھا،یہاں تک کہ صرف ایک ایک چھوارہ حصہ پڑنے لگا۔

یہ تینوں واقعات عہد نبوت کے ہیں جن میں پہلے واقعہ کا تعلق ایک خاص قبیلہ سے ہے اور دوسرے واقعہ میں معجزۂ نبوی کا اظہار ہے،اور تیسرے میں اللہ پاک کی خاص نصرت وعنایت کا بیان ہے لیکن ان سب میں قدر مشترک جو چیز ہے وہ یہ کہ انفرادی خطرات کو اجتماعی تعاون کے ذریعہ دوریاکم کیا گیا،اور خود نبی کریم ﷺ نے اس میں شرکت فرمائی یا اس کی تحسین فرمائی،اس لئے کہ اگر اس طرح نہ کیا جاتا تو ممکن تھا کہ کئی لوگ تباہ ہوجاتے یا ناقابل تلافی نقصان کا شکار ہوتے۔

یہ دونوں واقعے اس بات کی بھی عملی مثال ہیں کہ خطرات سے تحفظ کے لئے جو اجتماعی تعاون کی راہ اختیار کی جائے گی اس میں اصل ملکیت کے لحاظ سے گو افراد متفاوت ہوں لیکن باہم اشتراک کے بعد ہر

شخص مساوی درجہ کا استحقاق رکھے گا اور اس کو غرر یا ربا نہیں بلکہ تعاون قرار دیا جائے گا، یہ اجتماعی تکافل ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ افراد کے مصالح کو پروان چڑھایا جائے اور ان کے مضرات کو دور کیا جائے۔

☆اس مضمون کی سب سے بلیغ تعبیر اس حدیث پاک میں آئی ہے:

المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضہٗ بعضاً [10]

ترجمہ:مؤمن،مؤمن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے جس میں ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہونچاتا ہے۔

مستقبل کے لئے احتیاطی تدابیر اوراسباب

ہنگامی حالات سے بچنے اور مستقبل کے لئے احتیاطی تدابیر کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے،یہ دنیا دارالاسباب ہے،یہاں اسباب سے بے نیاز ہوکر زندگی نہیں گذاری جاسکتی،اسی لئے اسلام نے اسباب کو اختیار کرنے کی ہدایت دی ہے،اور ترک اسباب سے روکا ہے،عہدنبوی میں ایک صاحب نے اللہ کے بھروسے اپنی اونٹنی کھلی چھوڑدی،حضور ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی اور ارشاد فرمایا:

---

10 - صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد،حدیث نمبر ۴۸۱،ص ۹۹ ج ۱

اعقلہا وتوکل[11]

ترجمہ:پہلے اونٹنی کو باندھو پھر توکل کرو۔

خود نبی کریم ﷺ عام حالات میں (معجزات اور خوارق عادات کا استثناء کرکے)اسباب کو اختیار فرماتے تھے،اگراسباب سے بے نیاز ہوکر محض توکل کی قوت سے تمام مسائل حیات حل کرنا ممکن ہوتا تو اسلام کی اشاعت کے لئے نبی کریم ﷺ کو سخت ترین مجاہدوں،دعوتی اسفار،دفاعی اقدامات،اور جنگ وجہاد کی کوئی ضرورت نہ ہوتی،آپ ﷺ سے بڑھکر کوئی صاحب توکل نہیں ہوسکتا تھا،......آپ نے فاقے کئے ...... قرض لئے ......دواعلاج کرایا......دوران سفر سواریاں استعمال فرمائیں ......ہتھیار رکھے ...... تکلیفیں اٹھائیں ......وغیرہ اگر اس دنیا میں اسباب کے بغیر بھی عادتاً کام ہوسکتا تھا تواما‌م الانبیاء ﷺ کوان تکلیفیوں کی ضرورت نہ ہوتی،تمام کام محض دعا اور اشارۂ غیبی سے انجام پاجاتے۔

اس لئے سبب کے درجے میں آئندہ کے لئے احتیاطی تدابیر کرنا توکل وایمان کے ہرگز منافی نہیں ہے،قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کی زبانی حکومت مصر کو بطور احتیاط مستقبل کی منصوبہ بندی کا جو

---

[11] ۔ صحیح ابن حبان ۲/۵۱۰ط الرسالۃ،شعب الایمان للبیہقی ۲/۸۰بیروت،مستدرک للحاکم ۳/۶۲۳

مشورہ دیا گیا وہ اس باب میں بہترین نمونہ ہے،حضرت یوسفؑ نے آنے والے قحط کے نقصانات سے بچنے کے لئے حکومت مصر کو مشورہ دیا تھا:

قال تزرعون سبع سنین داباً فماحصدتم فذروہ فی سنبلہٖ إلاقلیلاً مماتاکلون،ثم یاتی من بعد ذلک سبع شداد یاکلن ماقدمتم لہن إلا قلیلاًمماتحصنون،ثم یاتی من بعد ذلک عام فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون[12]

ترجمہ:آپ نے فرمایا تم سات سال تک جم کر کھیتی کرو پھر جو پیداوار ہو اس کو اس کی بالیوں ہی میں چھوڑدوصرف تھوڑا سا کھانے کے بقدر نکال لو،پھر اس کے بعد قحط شدید کے سات سال آئینگے،جو تمہارے سارے ذخیرے کو ختم کردیں گے،صرف بیج کے بقدر جو تم نے بچا کر رکھا ہوگا وہ بچ جائے گا،پھر اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں خوب بارش ہوگی اور لوگ خوب فائدہ اٹھائیں گے۔

ایک نمونہ سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے بھی پیش ہے:

حجۃ الوداع کے سال حضرت سعد بن وقاصؓ بیمار تھے،سرکار دوعالم ﷺ عیادت کو تشریف لے گئے،اس موقعہ پر حضرت سعد بن وقاصؓ کا بیان ہے:

---

[12] ۔ سورہ یوسف:۴۷

قلت یارسول اللہ أوصی بما لی کلہ؟قال لا قلت فالشطر قال لا قلت الثلث قال فالثلث والثلث کثیر إنک إن تدع ورثتک أغنیاء خیر من أن تدعہم عالۃ یتکففون الناس فی أیدیہم[13]

ترجمہ: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے پورے مال کی وصیت کردوں؟آپ نے فرمایا نہیں،میں نے عرض کیا نصف؟آپ نے فرمایا،نہیں،میں نے عرض کیا تہائی، تو آپ نے فرما یا ہاں تہائی اور یہ بہت زیادہ ہے،تم اپنے ورثہ کو اچھی مالی حالت میں چھوڑکر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ کر جاؤاور وہ اپنے کفاف کے لئے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہوں۔

میڈیکل انشورنس

میڈیکل انشورنس بھی انشورنس ہی کی ایک قسم ہے،جس میں کسی کمپنی یا ہاسپیٹل کی طرف سے مقررہ معاوضہ پر مقررہ میعاد کے لئے مخصوص بیماریوں کے علاج کی ضمانت فراہم کی جاتی ہے،قدیم ادوار میں علاج کے معاوضہ کے لئے عام طور پر دو طریقے رائج تھے:

(الف)دوا فروش حضرات مختلف امراض کے لحاظ سے دوا فروخت کرتے تھے،وہ مرض کی کیفیات سن کر دوا تجویز کرتے تھے،دوا تجویز کرنے کی

---

[13] - بخاری کتاب الوصایا باب ان یترک الورثۃ أغنیاء،حدیث نمبر ۲۷۴۲ص ۴۸۲

کوئی اجرت نہیں ہوتی تھی، صرف دوا کی قیمت لی جاتی تھی، یہ عقد بیع کی صورت ہے، دوا فروشوں کے یہاں آج بھی یہ طریقہ رائج ہے۔

(ب) دوسری صورت یہ تھی کہ مختلف بیماریوں کے الگ الگ ڈاکٹر ہوتے تھے، مثلاً پچھنہ لگانے والے، داغ لگانے والے، سرمہ لگا کر آنکھ کا علاج کرنے والے، فصد کرنے والے، ختنہ کرنے والے اور بالوں کی تراش وخراش کرنے والے وغیرہ، ان کی خدمات مقررہ معاوضہ پر حاصل کی جاتی تھیں، یہ عقد اجارہ کی صورت ہے، کبھی مخصوص مدت مثلاً ایک ہفتہ یا ایک ماہ کے لئے بھی یہ خدمات حاصل کی جاتیں، اور پوری مدت کے لئے ایک معاوضہ طے ہو جاتا، پھر اس میں کبھی آلات علاج طبیب کی طرف سے ہوتے، کبھی بیمار کے گھر والے یہ فراہم کرتے، دونوں صورتوں کا رواج تھا البتہ فقہاء یہ تاکید کرتے تھے کہ جو صورت بھی اختیار کی جائے پہلے سے طے کر لینا ضروری ہے، مشہور حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں:

وَيَجُوزُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ كَحَّالًا لِيُكَحِّلَ عَيْنَهُ ؛ لِأَنَّهُ عَمَلٌ جَائِزٌ ، وَيُمْكِنُ تَسْلِيمُهُ ، وَيَحْتَاجُ أَنْ يُقَدِّرَ ذَلِكَ بِالْمُدَّةِ ؛ لِأَنَّ الْعَمَلَ غَيْرُ مَضْبُوطٍ ، فَيُقَدَّرُ بِهِ ، وَيَحْتَاجُ إلَى بَيَانِ قَدْرِ مَا يُكَحِّلُهُ مَرَّةً فِي كُلِّ يَوْمٍ أَوْ مَرَّتَيْنِ----- إذَا ثَبَتَ هَذَا ، فَإِنَّ الْكُحْلَ إنْ كَانَ مِنْ الْعَلِيلِ جَازَ ؛ لِأَنَّ آلَاتِ الْعَمَلِ تَكُونُ مِنْ الْمُسْتَأْجِرِ ، كَاللَّبِنِ فِي الْبِنَاءِ

وَالطِّينِ وَالْآجُرِّ وَنَحْوِهَا .وَإِنْ شَارَطَهُ عَلَى الْكُحْلِ ، جَازَ [14]

مطالب اولی النہی میں ہے:

(وَمَنْ اُسْتُؤْجِرَ لِكَحْلِ) عَيْنَيْ أَرْمَدَ ; صَحَّ ; لِأَنَّهُ عَمَلٌ جَائِزٌ يُمْكِنُ تَسْلِيمُهُ , أَوْ اُسْتُؤْجِرَ طَبِيبٌ (لِمُدَاوَاةِ) مَرِيضٍ ; صَحَّ , (وَاشْتَرَطَ تَقْدِيرَهُ) – أَيْ التَّكْحِيلَ أَوْ الْمُدَاوَاةَ – بِمَا يَنْضَبِطُ بِهِ مِنْ عَمَلٍ أَوْ مُدَّةٍ[15]

جعالہ

(ج) علاج کی ایک تیسری صورت بھی رائج تھی، جس کی اجازت فقہاء مالکیہ ،حنابلہ (اور شافعیہ ایک قول کے مطابق)نے دی تھی وہ یہ کہ ڈاکٹر سے صحت وشفاکی شرط کے ساتھ علاج کرایا جائے،یعنی مقررہ معاوضہ صحت کی حصولیابی پر دیا جائے گا،اگر بیمار شفایاب نہ ہو سکے توڈاکٹر معاوضہ کا مستحق نہیں ہو گا،البتہ اس صورت میں مدت علاج مقرر نہیں ہوتی تھی،بلکہ شفا کو ہدف بنا کر

---

[14] - المغني ج ٦ ص ١٣٣المؤلف : أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد ، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى : 620هـ) الناشر : دار الفكر – بيروت الطبعة الأولى ، 1405عدد الأجزاء : 10 -

[15] - مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى ج ٣ ص ٦٣٢ مصطفى السيوطي الرحيباني ،سنة الولادة 1165هـ/ سنة الوفاة 1243هـ الناشر المكتب الإسلامي سنة النشر 1961م مكان النشر دمشق عدد الأجزاء 6)

ڈاکٹر علاج کرتے تھے، خواہ تھوڑی مدت میں شفا حاصل ہو جائے یا زیادہ مدت میں، اور علاج میں زیادہ دواؤں کی ضرورت پڑے یا کم کی، اس کو جعالہ کہا جاتا تھا، فقہاء مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ جائز ہے بشرطیکہ معاوضہ مقرر ہو اور مدت مقرر نہ ہو، شافعیہ کے یہاں اس سلسلے میں دو قول پائے جاتے ہیں، :

فأما إن قدرها بالبرء فقال القاضي لا يجوز لأنه غير معلوم وقال ابن أبي موسى لا بأس بمشارطة الطبيب على البرء لأن أبا سعيد حين رقى الرجل شارطه على البرء والصحيح إن شاء الله أن هذا يجوز لكن يكون جعالة لا إجارة : فإن الإجارة لا بد فيها من مدة أو عمل معلوم فأما الجعالة فتجوز على عمل مجهول كرد اللقطة والآبق وحديث أبي سعيد في الرقية إنما كان جعالة فيجوز ههنا مثله [16]

---

[16] - [المغني – ابن قدامة] ج ٦ ص ١٣٣الكتاب : المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني المؤلف : عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي أبو محمد الناشر : دار الفكر – بيروت الطبعة الأولى ، 1405عدد الأجزاء :

10)كذا فى التلقين في الفقة المالكي ج ٢ ص ١٦٠المؤلف : أبو محمد عبد الوهاب بن علي بن نصر الثعلبي البغدادي المالكي (المتوفى : 422هـ) المحقق : أبو أويس محمد بو خبزة الحسني التطواني الناشر : دار الكتب العلميةالطبعة : الطبعة الأولى 1425هـ-2004م، بداية المجتهد ونهاية المقتصد ج ٢ ص ١٩٠ المؤلف : أبو الوليد محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رشد القرطبي الشهير بابن رشد الحفيد (المتوفى : 595هـ) شرح مختصر خليل للخرشي ج

حنفیہ کے نزدیک عتاق کے علاوہ کسی معاملے میں یہ صورت جائز نہیں،اس لئے کہ اس میں تملیک علی الخطر اور تردد کی کیفیت پائی جاتی ہے،جو معاملہ کی شفافیت کے خلاف ہے[17]

قائلین جواز کے پیش نظر درج ذیل دلائل ہیں:

☆قرآن کریم میں عہد یوسفی کے واقعات کے ضمن میں ایک جزئیہ بغیر نکیر کے نقل کیا گیاہے:

ولمن جاء به حمل بعير[18]

ترجمہ:جو اسے لیکر آئے گا اسے ایک اونٹ کے برابر غلہ سے مالا مال کیا جائے گا،

---

٢٠ ص ٢٩٨ المؤلف : محمد بن عبد الله الخرشي (المتوفى : 1101هـ)

المهذب 1 / 411 ، والبجيرمي على الخطيب 3 / 171 ، والبجيرمي على المنهج 3 / 217 ، والعدوي على شرح أبي الحسن 2 / 162 ، ومنح الجليل 4 / 3 ، والمقدمات 2 / 308 ، 309 ، والمحلى 8 / 204 – 210 مسألة 1327 .

[17] - ابن عابدين 5 / 58 و 258 ، والزيلعي 6 / 226 ، والمبسوط 11 / 17 ، والبدائع 6 / 203 . **درر الحكام شرح مجلة الأحكام ج ١ ص ٤٢٦ علي حيدر تحقيق تعريب: المحامي فهمي الحسيني الناشر دار الكتب العلمية مكان النشر لبنان / بيروت عدد الأجزاء 16×4)**

[18] -سورة يوسف / 72 -

ایک اونٹ کاوزن ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے،

☆حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ:

چند صحابہ دوران سفر ایک مقام پر اترے اور عرب کے مقامی قبیلہ سے ضیافت کے خواہشمند ہوئے، لیکن اس قبیلہ نے ضیافت نہیں کی،اسی اثنا سردار قبیلہ کو سانپ نے ڈس لیا،اب وہ لوگ علاج کی غرض سے صحابہ کے اس قافلہ کی طرف متوجہ ہوئے،ان لوگوں نے کہا تم نے ہماری ضیافت نہیں کی اب ہم بھی تمہارا علاج مفت میں نہیں کریں گے، بکریوں کا ایک ریوڑ دینا ہوگا،وہ لوگ راضی ہوگئے،ایک صحابی نے قرآن کریم کی چند آیات پڑھ کر مریض کو دم کیا اور وہ شفا یاب ہو گیا،قبیلہ والے حسب معاہدہ ریوڑ لے کر آئے، مگر ان لوگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر یہ جانور نہیں لیں گے،چنانچہ حضور ﷺ سے استفسار کیا گیا تو آپؐ نے نہ صرف اجازت دی بلکہ فرمایا کہ میرا بھی اس میں حصہ مقرر کرو[19]

☆اسی طرح غزوۂ حنین کے موقعہ پر حضور ﷺ کے اس اعلان کو بھی مستدل بنایا جاتا ہے:

---

[19] -. أخرجه البخاري (الفتح 10 / 198 – ط السلفية) ، ومسلم (4 / 1727 – ط الحلبي) عن أبي سعيد الخدري

من قتل قتيلا له عليه بينة فله سلبه[20].

ترجمہ: جو کسی مقتول کو قتل کرے اور اس کا ثبوت موجود ہو تو اس کا ساز و سامان اسے ملے گا،

میڈیکل انشورنس اور جعالہ

میڈیکل انشورنس میں بھی جعالہ کی طرح ضمانت فراہم کی جاتی ہے، مگر شفایابی کی نہیں بلکہ علاج کی ،۔۔۔اسی طرح دونوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ جعالہ میں بیماری معلوم اور متحقق ہوتی ہے اور اس کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر یا اسپتال تاشفا علاج کا معاملہ کرتے ہیں، جبکہ میڈیکل انشورنس میں بیماری موجود نہیں موہوم ہوتی ہے ،اور یہ بھی امکان ہے کہ بیماری کبھی پیش ہی نہ آئے،البتہ بیماریوں کی فہرست سامنے ہوتی ہے اور زر مبادلہ کے حساب سے علاج کی شرح طے کی جاتی ہے ،۔۔۔دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ جعالہ میں علاج کے بعد شفا حاصل نہ ہو تو طبیب کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا ،جبکہ میڈیکل انشورنس میں حامل انشورنس مقررہ مدت میں اگر کلیتاً بیمار نہ پڑے تب بھی اسے مقررہ قسطیں ادا کرنی پڑتی ہیں،۔۔۔تیسرا بڑا فرق یہ ہے کہ جعالہ میں اصل کام کی ضمانت دی جاتی ہے ،اس میں مدت کار کی اہمیت نہیں ہوتی ،بلکہ وقت کی قید لگانے سے وہ

---

[20] - أخرجه البخاري (الفتح 8 / 35 - ط السلفية) ، ومسلم (3 / 1371 - ط الحلبي) من حديث أبي قتادة الأنصاري

اجارۂ فاسدہ میں تبدیل ہو جاتا ہے، جبکہ میڈیکل انشورنس میں وقت کی قید کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے، کیونکہ کام (یعنی بیماری کا علاج) سامنے موجود نہیں ہوتا بلکہ اس کے محض امکانات سامنے ہوتے ہیں۔

البتہ دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ نفس معقود علیہ دونوں ہی میں موجود نہیں ہوتا، اور خطر اور غرر میں دونوں مساوی ہیں، اس لئے کہ جعالہ میں معاملہ مریض کے علاج پر نہیں بلکہ اس کی شفایابی پر کیا جاتا ہے، اور شفا موجود نہیں ہے اور حاصل ہو گی یا نہیں یہ بھی اللہ کے علم میں ہے، اس طرح خطر بھی ہے اور غرر بھی ہے،

وَمُشَارَطَةُ الطَّبِيبِ عَلَى الْبُرْءِ جَائِزَةٌ) وَالْمَعْنَى: أَنَّهُ يَجُوزُ مُعَاقَدَةُ الطَّبِيبِ عَلَى الْبُرْءِ بِأُجْرَةٍ مَعْلُومَةٍ لِلْمُتَعَاقِدَيْنِ ، فَإِذَا بَرِئَ الْمَرِيضُ أَخَذَهَا الطَّبِيبُ ، وَإِلَّا لَمْ يَأْخُذْ شَيْئًا [21]

فأما الجعالة فتجوز على عمل مجهول كرد اللقطة والآبق [22]

اسی طرح میڈیکل انشورنس میں معاملہ متوقع امراض کے علاج پر کیا

---

[21] - الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني ج ٦ ص ١٣٠المؤلف : أحمد بن غنيم النفراوي (المتوفى : 1126هـ)

[22] - المغني – ابن قدامة] ج ٦ ص ١٣٣الكتاب : المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني المؤلف : عبد الله بن أحمد بن قدامة المقدسي أبو محمد الناشر : دار الفكر – بيروت الطبعة الأولى ، 1405عدد الأجزاء : 10)

جاتا ہے، جو ابھی موجود نہیں ہیں، آئندہ پیش آئیں گے یا نہیں یہ بھی اللہ کے علم میں ہے ،بلکہ اصول کے مطابق پہلے سے موجود بیماریوں کا انشورنس ہی نہیں ہو سکتا، اس طرح معقود علیہ دونوں ہی میں معدوم ہے، خطر اور غرر میں کوئی فرق نہیں ہے،۔۔۔۔

☆اسی طرح اس باب میں بھی دونوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے کہ معاوضہ یا شرح علاج مقرر اور معلوم ہے،۔۔۔۔

☆نیز اس امر میں بھی اشتراک پایا جاتا ہے کہ ممکنہ نقصان (غرر یا خطر) جعالہ اور میڈیکل انشورنس دونوں میں ضمانت قبول کرنے والے (طبیب جاعل یا انشورنس کمپنی) کو ہوتا ہے ،مریض یا عام آدمی کو کسی بڑے نقصان کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔

(۱)غور طلب یہ ہے کہ جعالہ میں غرر اور خطر اور معقود علیہ کے معدوم ہونے کے باوجود ائمۂ ثلاثہؒ نے بعض دلائل کی بنیاد پر اور لوگوں کی حاجات کے پیش نظر خلاف قیاس اس کی اجازت دی، تو کیا آج نئی نئی بیماریوں ،علاج کی روز بروز گرانی ،رشتوں کی کمزوری ،تعاون باہم کے فقدان ،اور خود غرضی کے اس دور میں کیا واقعی اس بات کی ضرورت ہے کہ میڈیکل انشورنس کے مسئلہ کو جعالہ کے اصول پر حل کیا جائے، اور لوگوں کو حرج و تنگی سے نکالنے کے لئے اس باب میں جمہور فقہاء (مالکیہ ،شافعیہ –ایک قول کے مطابق –اور حنابلہ) کے قول کو قبول کیا جائے ؟ جبکہ حنفیہ بھی جعالہ کو بالکلیہ مسترد نہیں

کرتے بلکہ اس کو ایک مخصوص مسئلہ عتق تک محدود کرتے ہیں[23]۔

کیا آج کے حالات میں اس کی توسیع کی گنجائش ہے؟ اگر ایسا کرنا ممکن ہو تو تملیک علی الخطر کے باوجود میڈیکل انشورنش کی مشروط گنجائش نکل سکتی ہے یوں اس میں تعاون کے پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ اس کے آغاز کے محرکات میں جذبۂ تعاون کو بنیادی اہمیت حاصل تھی، گو کہ بعد میں اس کو بعض اداروں کی جانب سے استحصال کا ذریعہ بنالیا گیا اور اس کی بنا پر اس میں بہت سے مفاسد شامل ہوگئے، لیکن اصل میں یہ ایک اجتماعی تعاون کی شکل تھی، اسی لئے عصر حاضر کے بہت سے علماء (جو مروجہ انشورنس کو اصلاً ناجائز اور گناہ تصور کرتے ہیں) نے تعاونی انشورنس کی حمایت کی ہے، اور ایسے ادارے جس میں شرکاء بطور تبرع اپنی مقررہ رقمیں جمع کریں اور مصیبت کے وقت دیگر مستحقین کے ساتھ خود بھی استفادہ کریں، جیسا کہ وقف کی صورت میں فقہاء کے یہاں معروف ہے، تو اس طرح کے تعاونی انشورنس کے اداروں کی گنجائش دی ہے، معاملہ اس وقت بگڑتا ہے جب ہم انشورنس کمپنی میں جمع ہونے

---

[23] - تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشِّلْبِيِّ ج ٣ ص ٩٣ المؤلف : عثمان بن علي بن محجن البارعي ، فخر الدين الزيلعي الحنفي (المتوفى : 743 هـ)الحاشية : شهاب الدين أحمد بن محمد بن أحمد بن يونس بن إسماعيل بن يونس الشِّلْبِيُّ (المتوفى : 1021 هـ) الناشر : المطبعة الكبرى الأميرية – بولاق ، القاهرة الطبعة : الأولى ، 1313 هـ)

والی اقساط کو معاوضہ یا قرض قرار دیتے ہیں ،جب کہ کمپنی انشورنس خریدتے وقت اس کی صراحت کرتی ہے کہ اگر خریدار کو کوئی بیماری لاحق نہ ہو تب بھی یہ رقم اس کی واپس نہیں ہوگی ،اس لئے اداطلب اقساط کو اگر بطور معاوضہ یا قرض نہیں بلکہ بہ نیت تبرع دیا جائے اور بیماری کے وقت کمپنی یا اسپتال کی طرف سے علاج کو ادارہ کا تعاون قرار دیا جائے تو اس معمولی سی ترمیم سے میڈیکل انشورنس کی گنجائش نکل سکتی ہے ،اس لئے کہ تعاون میں بڑی حد تک جہالت کی گنجائش ہے ۔---

یہ درست ہے کہ موجودہ حالت میں بغیر کسی شدید مجبوری کے مروجہ انشورنس کی دیگر قسموں کی اجازت نہیں دی جاسکتی ،لیکن صحت کا معاملہ آج کے دور میں عام لوگوں کے لئے کافی نازک اور حساس ہو گیا ہے ،اس میں مشروط تاویل پر بھی غور کیا جانا چاہیے اور میڈیکل انشورنس کرنے والے اداروں کو ضروری ترمیمات پر آمادہ کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔

(۲)اگر کوئی شخص قانوناً میڈیکل انشورنس کرانے پر مجبور ہو تو اس کے لئے بقدر ضرورت انشورنس کرانے کی گنجائش ہے ،اور وہ اپنی جمع کردہ رقم کے بقدر اس سے استفادہ بھی کر سکتا ہے البتہ اس سے زیادہ استفادہ کے عدم جواز کے بارے میں مجھے کچھ تأمل ہے،اس لئے کہ اس طرح کے جبری انشورنس حکومتی سطح پر بالعموم ایسے امراض سے متعلق ہوتے ہیں جو انسان کے لئے ناقابل تحمل ہوتے ہیں ،اگر استفادہ کو جمع کردہ اقساط تک محدود کر دیا جائے ،تو مصیبت

زدہ شخص کے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اور پھر اس انشورنس کی کوئی افادیت بھی باقی نہیں رہے گی، اس پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے، کہ شریعت کا مزاج مشکل حالات میں یسر کا ہے:

وما جعل عليكم في الدين من حرج) [24]

أَنَّ مِنْ الْقَوَاعِدِ أَنَّ الضَّرُورَاتِ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ ، وَإِذَا ضَاقَ الْأَمْرُ اتَّسَعَ[25]

الضرر يدفع قدر الإمكان[26]

---

[24] - الحج : 78

[25] - أنوار البروق في أنواع الفروق ج ٧ ص ٣٨٣ المؤلف : أبو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس المالكي الشهير بالقرافي (المتوفى : 684هـ، الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُعَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ ،ج١ص ٨٦ المؤلف : الشَّيْخ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بْنِ إِبْرَاهِيْم بْنِ نُجَيْمٍ (926-970هـ) المحقق :الناشر : دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان الطبعة :1400هـ=1980م- الأشباه والنظائر ـ ج ١ ص ٥٥ للإمام تاج الدين السبكى المؤلف : الإمام العلامة / تاج الدين عبد الوهاب بن علي ابن عبد الكافي السبكي الناشر : دار الكتب العلمية الطبعة الأولى 1411 هـ - 1991م عدد الأجزاء / 2 ، المنثور في القواعد ج٢ ص ٣٨٢ المؤلف : بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الزركشي (المتوفى : 794هـ)، الموافقات ج٥ ص ٩٩ المؤلف : إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي (المتوفى : 790هـ) المحقق : أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان الناشر : دار ابن

قاعدة الضرر يزال[27]

والمشقة تجلب التيسير }من القواعد أن المشقة تجلب التيسير.ودليله:قوله تعالى:(وما جعل عليكم في الدين من حرج[28]

(۳)انشورنس کمپنیاں اپنے شرکاء کو علاج کے اخراجات دو طریقے سے دیتی ہیں، کبھی مقررہ اسپتالوں کے ذریعہ دواؤں وغیرہ کی صورت میں،اس صورت میں وہ نقد رقم نہیں دیتی،اور کبھی حسب ضابطہ بل پیش کرنے پر نقد رقم

عفان الطبعة : الطبعة الأولى 1417هـ/ 1997م عدد الأجزاء : 7)

[26] - الأشباه والنظائر للسيوطي ص84، ولابن نجيم ص85، وشرح الكوكب المنير 442/4، وشرح القواعد الفقهية ص114

[27] - قواعد الفقه ــ ج:1 ص:87 للبركتى المؤلف / محمد عميم الإحسان المجددى البركتى عدد الأجزاء / 1 دار النشر / الصدف / ببلشرز ، الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُعَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ ،ج١ص ٨٧ المؤلف : الشَّيْخ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بْنِ إِبْرَاهِيْم بْنِ نُجَيْمٍ (926-970هـ) المحقق :الناشر : دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان الطبعة :1400هـ=1980م)

[28]- [الحج : 78] (التحبير شرح التحرير في أصول الفقه ج ٨ ص ٣٨٤٧ علاء الدين أبي الحسن علي بن سليمان المرداوي الحنبلي سنة الولادة 817 هـ/ سنة الوفاة 885 هـ تحقيق د. عبد الرحمن الجبرين، د. عوض القرني، د. أحمد السراح الناشر مكتبة الرشد سنة النشر 1421هـ - 2000م مكان النشر السعودية / الرياض عدد الأجزاء 8)

کی صورت میں ، کمپنیوں کے لئے یہ دونوں صورتیں ان کی اپنی حیثیت سے مساوی درجہ رکھتی ہیں، دونوں کے مقاصد میں کوئی فرق نہیں ہے، صرف طریقۂ کار کا فرق ہے، اگر جمع کردہ رقم کو زر اشتراک اور کمپنی کے علاج کو اس کا تعاون قرار دیا جائے تو طریقۂ کار کے فرق سے مسئلے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، لیکن ہمارے یہاں معروف تصور کے مطابق جمع کردہ اقساط کو زر معاوضہ یا قرض اور کمپنی کے معالجہ کو اس کا بدل قرار دیا جائے تو طریقۂ کار کے فرق سے مسئلہ پر فرق پڑے گا،یعنی اگر کمپنی حسب ضابطہ بل پیش کرنے پر نقدرقم فراہم کرتی ہے تو فقہی اصطلاح میں یہ عقد صرف کہلائے گی ،اور قرض مانیں تو قرض کی واپسی ہوگی،اور روپئے کا تبادلہ روپئے سے ہوگا،،اس صورت میں جمع کردہ رقم اور بل سے حاصل ہونے والی رقم میں فرق واقع ہونا جائز نہیں،اس لئے کہ تبادلۂ نقود میں اتحاد جنس کی صورت میں کمی بیشی جائز نہیں ہے۔

قَالَ أَصْحَابُنَا : عِلَّةُ رِبَا الْفَضْلِ فِي الْأَشْيَاءِ الْأَرْبَعَةِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهَا الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ ، وَفِي الذَّهَبِ ، وَالْفِضَّةِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ فَلَا تَتَحَقَّقُ الْعِلَّةُ إلَّا بِاجْتِمَاعِ الْوَصْفَيْنِ ، وَهُمَا الْقَدْرُ ، وَالْجِنْسُ ، وَعِلَّةُ رِبَا النَّسَاءِ هِيَ أَحَدُ ، وَصْفَيْ عِلَّةِ رِبَا الْفَضْلِ إمَّا الْكَيْلُ ، أَوْ الْوَزْنُ الْمُتَّفِقُ ، أَوْ الْجِنْسُ ، وَهَذَا عِنْدَنَا [29]

---

[29] - بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١٢ ص ٣٩ تأليف: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي 587هـ دار الكتب العلمية – بيروت –

یا قرض کی تاویل پر سود کے ساتھ قرض کی واپسی واقع ہوگی اور یہ بھی جائز نہیں:

كل قرض جر نفعا حرام) أي إذا كان مشروطا كما علم مما نقله عن البحر وعن الخلاصة وفي الذخيرة وإن لم يكن النفع مشروطا في القرض فعلى قول الكرخي لا بأس به ويأتي تمامه[30]

اور اگر انشورنس کمپنی بیمہ ہولڈر کو کوئی نقد رقم حوالے نہ کرے، بلکہ اس کے علاج کے اخراجات براہ راست مقررہ اسپتالوں کو ادا کردے، تو یہ عقد صرف کی صورت نہیں ہوگی، بلکہ جمع کردہ رقم کے بدلے دواؤں وغیرہ کی خرید متصور ہوگی اس طرح آمد وخرچ میں تفاوت کے باوجود اختلاف جنس کی بناپر ربا والی قباحت پیدا نہیں ہوگی ۔۔۔۔ لیکن ظلم اور قمار کی قباحت سے یہ صورت بھی خالی نہیں ہے کیونکہ کہ اگر بیمہ ہولڈر کسی ایسی بیماری میں مبتلا نہ ہو جو انشورنس کے حدود میں آتی ہو، تو جمع کردہ اقساط قابل واپسی نہیں ہوتیں، ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے، اس سے بچنے کی کوئی تاویل موجود نہیں ہے ۔۔۔۔ اسی طرح قرض کی تاویل بھی اس صورت میں نقصان دہ ہے۔

لبنان الطبعة الثانية 1406هـــ – 1986م ،

[30] - **حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج ٥ ص ١٦٦ ابن عابدين.الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421هـــ – 2000م.مكان النشر بيروت. عدد الأجزاء 8)**

لاتاکلو اموالکم بینکم بالباطل[31]

(۴) بعض ممالک میں سرکاری یا غیر سرکاری ملازمین کے لئے میڈیکل انشورنس لازم ہے، ان میں بعض کمپنیاں ملازمین کی تنخواہوں سے انشورنس کی رقم کاٹ لیتی ہیں، جبکہ کچھ کمپنیاں اپنی طرف سے یہ رقم ادا کرتی ہیں، ان دونوں صورتوں میں ملازمین کو انشورنس سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ تنخواہ کی جو رقم ملازمین کے قبضہ میں نہیں آئی اس پر ان کی ملکیت تام نہیں ہے، ہمارے اکثر علماء کے یہاں یہی معروف ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

مطلب في بيع الاستجرار قوله (وتعقبه في النهر) أي تعقب ما ذكر من مسألة بيع الاستجرار وما بعده حيث قال أقول الظاهر أن ما في القنية ضعيف لاتفاق كلمتهم على أن بيع المعدوم لا يصح وكذا غير المملوك وما المانع من أن يكون المأخوذ من العدس ونحوه بيعا بالتعاطي ولا يحتاج في مثله إلى بيان الثمن لأنه معلوم كما سيأتي ، وحظ الإمام لا يملك قبل القبض فأنى يصح بيعه وكن على ذكر مما قاله ابن وهبان في كتاب الشرب ما في القنية إذا كان مخالفا للقواعد لا التفات إليه ما لم يعضده نقل من غيره ا هـ وقدمنا الكلام على بيع الاستجرار وأما بيع حظ الإمام فالوجه ما ذكره من عدم صحة بيعه

---

31 -:سوره نساء ۲۹)

ولا ينافي ذلك أنه لو مات يورث عنه لأنه أجرة استحقها ولا يلزم من الاستحقاق الملك كما قالوا في الغنيمة بعد إحرازها بدار الإسلام فإنها حق تأكد بالإحراز ولا يحصل الملك فيها للغانمين إلا بعد القسمة والحق المتأكد يورث كحق الرهن والرد بالعيب بخلاف الضعيف كالشفعة وخيار الشرط كما في الفتح ، وعن هذا بحث في البحر هناك بأنه ينبغي التفصيل في معلوم المستحق بأنه إن مات بعد خروج الغلة وإحراز الناظر لها قبل القسمة يورث نصيبه لتأكد الحق فيه كالغنيمة بعد الإحراز وإن مات قبل ذلك لا يورث لكن قدمنا هناك أن معلوم الإمام له شبه الصلة وشبه الأجرة والأرجح الثاني وعليه يتحقق الإرث ولو قبل إحراز الناظر ثم لا يخفى أنها لا تملك قبل قبضها فلا يصح بيعها[32]

علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

وَالْأُجْرَةُ لَا تُمْلَكُ بِالْعَقْدِ ----- بَلْ بِالتَّعْجِيلِ أو بِشَرْطِهِ أو بِالِاسْتِيفَاءِ أو بِالتَّمَكُّنِ) يَعْنِي لَا يَمْلِكُ الْأُجْرَةَ إلَّا بِوَاحِدٍ من هذه الْأَرْبَعَةِ وَالْمُرَادُ أَنَّهُ لَا يَسْتَحِقُّهَا الْمُؤَجِّرُ إلَّا بِذَلِكَ كما أَشَارَ إلَيْهِ الْقُدُورِيُّ في مُخْتَصَرِهِ لِأَنَّهَا لو كانت دَيْنًا لَا يُقَالُ إنه مَلَكَهُ الْمُؤَجِّرُ قبل قَبْضِهِ وإذا اسْتَحَقَّهَا الْمُؤَجِّرُ قبل قَبْضِهَا فَلَهُ الْمُطَالَبَةُ بها وَحَبَسَ

---

[32] - حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصارفقه أبو حنيفة ج ٤ ص ٥١٧ ابن عابدين.الناشر دار الفكر للطباعة والنشرسنة النشر 1421هـ 2000م.مكان النشر بيروت.عدد الأجزاء 8

الْمُسْتَأْجِرُ عليها وَحُبسَ الْعَيْنُ عنه وَلَهُ حَقُّ الْفَسْخِ إنْ لم يُعَجِّلْ له الْمُسْتَأْجِرُ كَذَا في الْمُحِيطِ لَكِنْ ليس له بَيْعُهَا قبل قَبْضِهَا[33]

گویا خود کمپنی ہی نے انشورنس کے ذریعہ ملازمین کو مفت علاج کی سہولت فراہم کی ،اور علاج کی صورت میں حاصل شدہ مراعات فی الجملہ ان کی خدمات کا صلہ اور یک گونہ ان کی تنخواہ کا جزو ہے ،جو کمپنی اور ملازمین کے درمیان تقریباً طے شدہ ہوتا ہے،اس سلسلے میں پراویڈٹ فنڈ کے تعلق سے علماء نے جو موقف اختیار کیا ہے اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے،پراویڈٹ فنڈ میں وضع شدہ رقم کے ساتھ جو اضافی رقم ملتی ہے علماء نے اس کو جزو تنخواہ قرار دے کر گنجائش دی ہے[34]

(۵) آج کل بڑے اسپتالوں کی جانب سے متعینہ مدت کے لئے میڈیکل پیکج جاری کئے جاتے ہیں، جس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک متعینہ (قسطوار یا یک مشت)رقم ادا کرنی پڑتی ہے ،میرے خیال میں اس میں اور

---

[33] - **البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ٧ ص ٣٠٠ زين الدين ابن نجيم الحنفي سنة الولادة 926هـ/ سنة الوفاة 970هـ الناشر دار المعرفة مكان النشر بيروت-**

[34] - دیکھئے رسالہ پراویڈیٹ فنڈ مرتبہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ مصدقہ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ پاکستان،اور احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۶ تا ۵۰ مطبوعہ دارالاشاعت دہلی

میڈیکل انشورنس میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ پیکج کے نام پر لی جانے والی رقم بھی استفادہ نہ کرنے کی صورت میں غالباً قابل واپسی نہیں ہوتی، اس طرح غرر، خطر اور ظلم کی جو قباحتیں انشورنس میں پائی جاتی ہیں وہ یہاں بھی موجود ہیں، اور اس طرح کے پیکجوں کا مقصد بھی محض عوام کا تعاون نہیں ہوتا بلکہ یہ اسپتال کی تجارت اور اس کی تشہیری مہم کا حصہ ہوتا ہے۔

(٦) آج کل حکومت غریبوں سے معمولی رقم لے کر ان کا میدیکل انشورنس کراتی ہے اور ان کو ایک کارڈ جاری کرتی ہے جس سے وہ متعین ڈاکٹروں اور اسپتالوں سے مفت میں علاج کراسکتے ہیں، میرے خیال میں یہ حکومت کے شعبۂ صحت کی جانب سے ایک فلاحی خدمت ہے جو سطح افلاس سے نیچے زندگی گزارنے والوں کی مدد کے لئے جاری کی گئی ہے، اور کارڈ کے نام پر جو علامتی رقم لی جاتی ہے وہ علاج کے معاوضہ کے طور پر نہیں بلکہ محض دفتری اخراجات اور اجراء کارڈ کی رسمی کارروائیوں کے لئے ہے، اس لئے اس کو حکومت کی طرف سے ایک تعاون سمجھ کر قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

اختر امام عادل قاسمی

خادم جامعہ ربانی منورواشریف